JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 14, Issue: 02, January –June 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

اصول فقہ کی تدوین میں سائنسی اساسیات: ضرورت واہمیت

Scientific fundamentals in the compilation of Usool-Ul-Fiqh Need and Significance

Muhammad Junaid Anwar*
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Abstract

There are foundations for the solution of the new problems that arise in the religious sciences every day, and the solution of these problems is also offered by the scholars and intellectuals and in this case as much as possible new research and theories are used.

It has been observed that in some places there are things which are still based on the philosophical terms of the ancient times and the terms which the pioneers have mentioned in their books have been continued by the later ones.Otherwise, there should have been an attempt to compile the Usoo;-ul-Fiqh in unspecified issues (especially in issues related to medical sciences) according to modern scientific research or on scientific grounds. It can make easier to deduce the solution to the modern problems that would have arisen. This should lead to a new foundation of Usool-ul-Fiqh emerged in the changing rulings and it would certainly lead to a better solution.

In the modern era, the various spheres of human life and the social sciences have come together in such a way that by refining and scrutinizing them, they can refine the real situation and make it easier for the people in a scientific way based on modern scientific and proven principles. It has become very important to put it into practice.This work requires competitive persons at the individual and collective level who try to clarify any issue in the light of various sciences from various aspects of it. It takes time to consider new foundations.

CC BY

specially when it is a matter of laying the groundwork for changes in the Usool-ul-Fiqh based on scientific principles.It should be noted that in understanding the real jurisprudence, the experts will be consulted, but the ruling will be applied only by a group of scholars and jurists, because in modern issues, the differences and diversity of circumstances are very complex. Problems are so intertwined with other sciences that until a satisfactory knowledge of the aspects related to them is acquired, it will not be possible to gain power over its correct shar'i position and ruling.

It is necessary to rethink the use of known scientific research instead of the old philosophical terms in this age and where necessary to use them as the basis of the principles of jurisprudence.

Keywords: *Usool-ul-Fiqh, scientific foundations, Significance, Medical Science.*

اسلامی تعلیمات کاایک حصہ ایمانیات، الہیات اور عقائد کی ابحاث پر مشتمل ہے جو علم الکلام کے ضمن میں باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر گیاہے۔اسے ہم نظریاتی حصہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا حصہ فقہ اوراس کے احکامات سے تعلق رکھتاہے جو کہ افراد معاشرہ کے مسائل زندگی کا عملی حل ہے۔فقہ کی طرح سائنس بھی ایک عملی فن ہے جس میں حقیقت پر بات کی جاتی ہے اور اشیاء کو تجربات کے بعد ثابت کیا جاتا ہے، یہ بھی انسانی زندگی کے فائدے اور سہولت کے لئے کام کرتی ہے۔ دور حاضر میں سائنسی اور علمی ترقی کے باعث عملی مسائل بھی جدید اور پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ نیز دنیا کے گلوبل ویلج بن جانے کی وجہ اور زندگی کے امکانات و وسائل کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے نت نئے مسائل سامنے آئے اور روزہ مرہ زندگی کے معاملات میں ان مسائل کے حل کی ضرورت واہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

اسلامی علوم وشریعت کا اختصاص یہ ہے کہ ان میں حرکی خصوصیت اور لچک پائی جاتی ہے خصوصاً غیر منصوص مسائل کے حل میں اسلامی فقہ میں اجتماعی اجتہاد کے ذریعے جو مسائل حل کئے گئے اور اس کے لئے جو اصول مستنبط کئے گئے ہیں، وہی اس دعوے کی بڑی دلیل ہیں۔ فی زمانہ ایسے ایسے مسائل کا بھی سامنا ہے جن کا تعلق خالصتاً سائنسی علوم سے ہے اور ان کی بنیادوں میں ہمارے فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق دوسرے علوم سے مدد لینا ضروری ہے تاکہ ان مسائل کا حل سامنے آسکے، فی زمانہ ایسے مسائل بہت زیادہ ہیں، مثلاً جعلی ای میل یا ہیکنگ کے ذریعے کسی کے اکاؤنٹ سے پیسے نکال لینا، کسی کا موبائل استعمال کرتے ہوئے اس کی اہلیہ کو طلاق کا پیغام بھیج دینا، ای میل کے ذریعے پراپرٹی کا سودا کر لینا جبکہ حقیقی قبضہ نہ ہوا ہو، ویڈیو کالنگ کے ذریعے مجلس نکاح کے انعقاد کا جواز، انجکشن کے ذریعے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مسئلہ وغیرہ، اس نوعیت کے اور کئی مسائل ہیں جن میں دیگر علوم (مثلاً سائنس، میڈیکل سائنس اور کمپیوٹر سائنس) کی بنیاد پر استدلال کرتے ہوئے مسائل کی تہہ میں پہنچ کر ان مسائل کا شرعی حل پیش کرنا آج کے فقیہہ اور مفتی کی اولین ذمہ داری ہے۔ ہر مسئلے کے لئے کتب فتاوی سے جزئیات ڈھونڈنے کا مزاج ختم کرتے ہوئے ان جدید مسائل کے حل کے لئے ہمیں اسلوب استدلال کو تبدیل کرتے ہوئے سائنس سے تعلق رکھنے والے مسائل کو سائنسی علوم و معلومات کی بنیاد پر سمجھ کر ان کا حل نکالنے کی کوشش کرنی ہو گی۔

فقہ اسلامی میں اساسی طور پر دو طرح کے مسائل سے بحث کی جاتی ہے۔ 1۔ منصوص مسائل۔ 2۔ غیر منصوص مسائل۔ منصوص مسائل سے مراد وہ مسائل واحکام ہیں جن کی تشریح و تعبیر قرآن وسنت میں نصوص کے ساتھ موجود ہےاور غیر منصوص مسائل وہ ہیں جن کے بارے میں دین کے منشا کی تعیین سے قرآن وسنت کی نصوص ساکت ہیں۔ غیر منصوص مسائل کے حل کی ذمہ داری قرآن وسنت کے طے کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں امت کے علماء وفقہاء کے سپرد کی گئی ہے۔

علم فقہ کا تجزیہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ منصوص احکام کی تعبیر کا دائرہ ہو یا غیر منصوص احکام میں اجتہاد کا، ہمیشہ سے چند بنیادی اصول علماء وفقہاء کے پیش نظر رہے ہیں۔ اس امر میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ دیگر علوم کی مانند اسلامی فقہ بھی ارتقا کے مراحل سے گزری ہے۔اس کے اصول وضوابط کو مدون کیا گیا، جزئیات کوتلاش کر کے جمع کیا گیا، فقہ تقدیری کو سامنے لایا گیا،اس سارے عمل میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں اہل علم کی کاوشیں شامل ہیں۔ارتقا کے اس عمل کے دوران فطری اصول کے نتیجے میں مختلف رجحانات اور فکری خصائص رکھنے والے مکاتب فکر بھی وجود میں آئے جن کے درمیان پیدا ہونے والی مختلف النوع علمی ابحاث نے حقیقت میں علم و نظر کی آبیاری کی اوران کو جلا بخشی۔ان تمام حلقہ ہائے فکر نے اپنی نسبت ایک ہی اساسی سرچشمے کی طرف متوجہ رکھی ،اگر دقت نظر سے جائزہ لیا جائے توان سب کا استدلال واستنباط چند ایسے کلی قواعد کے تابع تھا جوان کے مابین مابہ الاشتراک کی حیثیت رکھتے تھے اوراس طرح اس غیر متناہی سلسلہ اختلافات میں رشتہ اتحاد پیدا کرتے تھے۔ غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہی مکاتب فکر کے آپسی اختلافات بظاہر کتنے ہی بڑے اور ہمہ جہت محسوس ہوتے ہوں، لیکن ان میں سے زیادہ تر صرف اطلاق کے اختلافات ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ استنباط کے بنیادی اصول تو ایک ہی ہیں لیکن کسی خاص مسئلے میں ان کا اطلاق کرتے ہوئے اختلاف ہو جاتا ہے۔ ایک فقیہ اپنے علم ومطالعہ اور اسلوب استدلال کی روشنی میں ایک اصول کا اطلاق درست سمجھتا ہے جبکہ دوسرے کے نزدیک انہی بنیادوں پر بعینہٖ اس مسئلے میں کسی دوسرے اصول کا اطلاق بہتر ہوتا ہے۔

اصول فقہ ایک علم ہے جو فقہ کے اصول وضوبط سے بحث کرتا ہے۔

لغت میں اصل کے معنی کسی چیز کا نچلے حصہ کو کہا جاتا ہے۔3 یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصل وہ چیز ہے جس پر کسی دوسری شے کی بنا ہو اور اس کی اس پر تفریع ہو۔اس میں ابتناء حسی اور عقلی دونوں شامل ہیں۔

ما يبتنى عليه غيره و يتفرع عليه4

اصول فقہ کی تعریف درج ذیل ہے:

العلم بالقواعد التی یتوصل بها الی استنباط الاحکام الشرعیة الفرعیة عن ادلتها التفصیلیة۔

26

اصول فقہ ان قواعد کا علم ہے جن کی مدد سے شرعی وفروعی احکام کا ان کے تفصیلی دلائل سے استنباط کیا جاتا ہے۔

اصول فقہ ؛ ہی وہ علم ہے جس سے نصوصِ شریعت کی تفسیر کرنے کے قواعد معلوم کئے جاسکتے ہیں اور جس سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ جو چیز نصوص سے سمجھی جارہی ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔اب یہ قواعد نہ ہوں تو ایک فقیہ شریعت کی نصوص سمجھنے میں غلطی کا شکار ہو سکتا ہے۔

سائنسی اصولوں کی بنیاد پر اصول فقہ کی تدوین کی ضرورت

شریعت اسلامی میں اجتہاد پر منحصر احکامات کی بنیاد بعض اوقات وقتی حالات، رواجات اور موجودہ (جدید) آلات و وسائل پر ہوتی ہے، اس لئے اس بنیاد پر دیئے گئے فتاویٰ پر بدلتے ہوئے حالات واقعات کا اثر ضرور پڑتا ہے، اسلامی قانون میں بعض حصوں کا ہمیشہ اپنی حالت پر قائم رہنا جہاں اس کو استحکام اور عدل وانصاف قائم کرنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف فقہ و فتاویٰ میں اپنے عہد کی تبدیلیوں کو قبول کرنے کی صلاحیت اس کو ہر عہد میں قابل عمل بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تبدیلیاں ویسے ہی نہیں آتیں بلکہ ان کی اساس میں اصول و ضوابط پوشیدہ ہوتے ہیں جنہیں اصول فقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چونکہ سائنس ایک تغیر پذیر علم ہے اور اسی طرح اس سے تعلق رکھنے والے تمام سائنسی علوم (بشمول میڈیکل سائنسز کے) آج اپنی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہیں۔ اس طرح زمانے کی ترقی اور علم میں گہرائی آ جانے کے سبب یقینا ان تحقیقات میں بھی کہیں نہ کہیں تبدیلی ضروری ہوئی ہے یا وہ مزید بہتر انداز میں واضح ہو کر (کھل کر) انسان کے سامنے آئی ہیں۔ اس لئے ان سے دینی علوم کے میدان میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دینی علوم میں آئے روز نت نئے پیش آمدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لئے بنیادیں موجود ہیں، اور ان مسائل کا حل بھی اصحابِ علم و دانش پیش کرتے رہتے ہیں اور اس معاملے میں حتی المقدور نئی تحقیقات اور نظریات سے استفادہ بھی کیا جاتا ہے۔

مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ کہیں کہیں چیزیں ایسی موجود ہیں جو کہ آج بھی قدیم زمانے کی فلسفیانہ اصطلاحات پر استوار ہیں اور جو مصطلحات متقدمین اپنی کتب میں بیان کر گئے ہیں، متاخرین نے بھی انہی کو جاری رکھا ہے، ورنہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ غیر منصوص مسائل میں (خصوصاً میڈیکل سائنسز سے تعلق رکھنے والے مسائل میں) جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق یا سائنسی بنیادوں پر اصول فقہ کو مدون کرنے کی کوشش کی جاتی، اس سے ایک تو اصول فقہ کی وسعت کھل کر سامنے آ جاتی، دوسرا جدید پیش آمدہ مسائل کے حل کا استنباط کرنے میں آسانی کا عنصر سامنے آ جاتا۔ تیسرا یہ کہ تغیر پذیر احکامات میں فقہ کی ایک نئی بنیاد سامنے آ جاتی اور یقینا وہ کسی بہتر حل کی طرف رہنمائی کرتی۔

ماضی قریب میں بھی اکثر جو مسائل نوازل کے حل کے حوالے سے علمائے امت کو پیش آئے ان کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میدان میں ہونے والی تازہ ترین ارتقا اور تحقیقات سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اس کی مختلف وجوہات رہیں مثلاً جدید مسائل کا پیچیدہ ہونا اس لئے کہ دورِ جدید میں انسانی زندگی کے مختلف شعبے اور سماجی علوم اس طرح آپس میں مل گئے ہیں کہ ان کی تنقیح اور چھان پھٹک کرتے ہوئے اصل واقعاتی صورت کو نکھارنا اور انہیں جدید سائنسی اور ثابت شدہ اصولوں کی بنیاد پر علمی انداز میں آسان کر کے عوام کے سامنے عملی صورت میں رکھنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ اس کام کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایسے رجال کار درکار ہیں جو مختلف علوم کی روشنی میں کسی بھی مسئلے کو اس کے متعدد پہلوؤں سے واضح کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے غیر منصوص مسائل میں سائنسی اصولوں کی بنیاد پر اصول فقہ کی نئی بنیادوں پر غور کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کی مثالوں میں جدید آلات اتصال مثلاً فیکس، ٹیلی فیکس اور

ای میل وغیرہ کے ذریعے عقود کا اجراء، ایک جسم سے دوسرے جسم میں اعضاء کی منتقلی، اور خاص طور پر نئے اعضاء تخلیق کر کے ان کی پیوند کاری کہ جس میں ڈاکٹروں کی ایک خاص رائے ہے، بینکوں کے ساتھ معاملات کی حدود، تجارتی، زرعی اور سرمایہ کارانہ مقاصد کے تحت قرضے جاری کرنا، انشورنس کے مختلف مسائل، جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں کہ جن کے اصل زر کا علم نہ ہو۔اس کا دوسرا سبب یہ رہاہے کہ ارباب علم کو نئے پیش آمدہ مسائل کی نوعیت وماہیت کا صحیح علم نہ رہاہو۔کیونکہ جدید پیش آمدہ مسائل میں فتویٰ جاری کرنے کے لیے بہت زیادہ محنت و تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے۔مثال کے طور پر کلوننگ جائز ہے یا ناجائز؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔جس کا جواب اسی صورت دیا جاسکتاہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ کلوننگ فی الواقع کیا شے ہے؟ کیسے عمل میں لائی جاتی ہے؟اور اس کے فوائد و نقصانات کیاہیں؟اس کے لئے اس علم پر عبور رکھنے والے ماہرین کی رائے لیناضروری ہے تاکہ درست انداز میں مسئلے کو سمجھ کر اس کا حل بتایا جاسکے۔خصوصاًایسی صورت میں جب کہ معاملہ سائنسی اصولوں کی بنیاد پر اصول فقہ میں تبدیلیوں کی بنیاد رکھنے کا ہو۔اس میں مسائل کا حل پیش کرنے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ علماء وفقہاء کا ایک گروپ کسی بھی ایسے جدید مسئلے میں (جس کی بنیاد سائنسی اصول وضوابط پر ہو) متعلقہ علوم کے ماہرین فن کے ساتھ بیٹھ کر پہلے اس مسئلے کو سمجھے گا اور پھر اس پر حکم شرعی کا اطلاق کرے گا۔یہ واضح رہے کہ فقہ الواقع کو سمجھنے میں تو ماہرین فن سے مشورہ کیا جائے گا لیکن حکم کا اطلاق صرف علماء وفقہاء کی جماعت ہی کرے گی۔اس لئے کہ جدید پیش آمدہ مسائل میں حالات کا اختلاف و تنوع بہت پیچیدہ ہوتا ہے نیز ان مسائل کا دیگر علوم کے ساتھ ایسا رابط ہوتا ہے کہ ان سے متعلقہ پہلوؤں کا جب تک اطمینان بخش علم حاصل نہ کر لیا جائے اس وقت تک اس کے صحیح شرعی مقام اور حکم پر قدرت حاصل نہیں ہوسکتی۔

حالات وواقعات کی مناسبت سے ان مسائل میں انفرادی اور اجتماعی اجتہاد دونوں کی گنجائش موجود ہے۔اگر ایک مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ وہاں فوری جواب دیناضروری ہے تو مفتی یا عالم وہاں فوری جواب دینے کا ذمہ دار ہے اور جہاں صورت حال ہنگامی نہ ہو تو وہاں مقامی اجتماعی اجتہاد یا ملکی سطح کے اجتماعی اجتہاد کی گنجائش بھی نکالی جاسکتی ہے۔گویا سائنسی حقائق اور اصولوں پر مبنی مسائل اور ان سائنسی علوم کی ذیلی شاخوں سے متعلق پیش آمدہ مسائل میں ماہرین فن کا اجتماعی غور وفکر ضروری ہے، اس لئے اس بات کو نئے سرے سے سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس دور میں قدیم فلسفیانہ اصطلاحات کے بجائے معلوم شدہ سائنسی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے اور جہاں ضرورت ہو انہیں اصول فقہ کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے۔کسی مسئلہ کے بارے میں رائے دیتے وقت اس مسئلے کی حقیقت اور اس کے بارے میں متعلقہ علم کا کسی حد تک جاننا بھی ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ اس کے بغیر مسئلے کے بارے میں فیصلہ کرنے میں غلطی کا امکان بڑھ سکتاہے جو آئندہ بگاڑ کا سبب بن سکتاہے۔

مقالے کی طوالت کے باعث ہم یہاں علم الابدان کے حوالے سے میڈیکل سائنس کی مثال دیں گے۔

علم الابدان انسانی جسم کے مختلف نظاموں کی ساخت اور افعال کے جاننے کا نام ہے۔قدیم فقہا کے دور میں جدید ذرائع معلومات کے فقدان کی وجہ سے جسمانی اعضا کی ساخت اور افعال کا علم بہت محدود ہونے کے باوجود انہوں نے جس عرق ریزی سے طبّی فقہی

مسائل کے حل پیش کیے وہ فقہ اسلامی کا ایک درخشاں باب ہے۔ موجودہ دور میں طب کے علم نے انتہائی تیزی سے ترقی کی ہے اور ایک ڈاکٹر کے لیے بھی اسی رفتار سے اس کو سمجھنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جدید علمِ طب کے نتیجے میں کئی ایسی بنیادی معلومات اب بالکل واضح ہو گئی ہیں جن کے بارے میں پہلے ابہام پایا جاتا تھا۔ مثلاً قدیم زمانے میں فقہاء کا ان باتوں میں اختلاف رہا ہے کہ :

کیا جوفِ معدہ اور جوفِ دماغ کے مابین کوئی منفذ (راستہ) ہے؟ اندام نہانی سے جوف معدہ تک کوئی بالواسطہ یا بلا واسطہ راستہ ہے یا نہیں؟ کیا پیشاب کی نالی یا مثانے سے جوف معدہ تک کوئی راستہ ہے؟ مقعد یا دبر میں کوئی چیز داخل ہو جائے تو اس کا جوف معدہ تک پہنچنے کا کیا امکان ہے؟ کان، ناک اور حلق کی ساخت اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا پیٹ اور معدہ آپس میں مماثل ہیں؟ یہ اور اس طرح کی دوسری معلومات فتاویٰ کے لیے ایک اہم بنیاد بنتی ہیں۔ مثلاً روزے کے فاسد ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فتوے کے لیے مذکورہ امور کی صحیح معلومات ضروری ہوں گی۔ موجودہ دور میں علم طب نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ یہ معلومات اب بغیر کسی شک و شبہ کے بالکل واضح ہو گئی ہیں۔ جدید فقہی مسائل پر بہت زیادہ کام پہلے ہی ہو چکا ہے لیکن بعض فقہی مسائل کے جوابات اب ان معلومات کی روشنی میں مرتّب کرنے کے متقاضی ہیں۔

روزہ میں انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ : ایک مثال

علما کے مابین انجکشن سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک انجکشن مطلّقاً ناقض ہے اور بعض رگ میں لگائے جانے والے انجکشن کو ناقض اور دوسرے کو غیر ناقض قرار دیتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ انجکشن میں کون سی صورت پائی جاتی ہے، علما نے یہ بات بطور اصول تسلیم کی ہے کہ اگر جسم کے اندر داخل کی جانے والی کوئی چیز کسی منفذ کے ذریعے سے دماغ یا معدہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک روزے کا مقصد دراصل انسان کو اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دینا ہے اور اس مقصد کے لیے شریعت میں اکل و شرب اور جماع کو ممنوع کیا گیا ہے۔ چونکہ علاج کی غرض سے کسی بھی قسم کی بیرونی دوا یا انجکشن استعمال کرنے سے اس مقصد پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے یہ چیزیں ناقض صوم نہیں ہو سکتیں۔ البتہ اگر کوئی شخص کوئی دوا یا انجکشن استعمال ہی اس غرض سے کرتا ہے کہ اس کے بدن کو تقویت پہنچے اور کمزوری محسوس نہ ہو تو یہ روزے کے مقصد کے خلاف ہے، لہٰذا اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں۔

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کی تفصیل اس بات میں ہے کہ آیا جوف بطن (معدہ) اور جوف دماغ تک اس دوا کے اثرات پہنچتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ کیا رگوں کے ذریعے داخل کی جانے والی دوا مفسد صوم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ گویا اصل بحث منافذ کی ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ہدایہ کی عبارتیں نقل کی جائیں گی اور پھر مسئلے کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں :

"ولو داوٰی جائفة او اٗ مة بدواء فوصل الی جوفه او دماغه افطر عند ابی حنیفة والذی یصل هو الرطب، وقالا: لا یفطر لعدم التیقن بالوصول لانضمام المنفذ مرة واتساعه اخریٰ کما فی

اليابس من الدواء، وله ان رطوبة الدواء تلاقی رطوبة الجراحة فيزداد ميلا الى الاسفل فيصل الى الجوف بخلاف اليابس لانه ينشف رطوبة الجراحة فينسد فمها۔"[1]

"اگر روزہ دار نے جائفہ (پیٹ کا گہرا زخم) یا آمہ (سر کا گہرا زخم) کی دوا کی اور دوا اس کے جوف یا اس کے دماغ تک پہنچ گئی تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اس کا روزہ افطار ہو گیا، اور جو دوا پہنچی ہے وہ تر ہے۔ حضرات صاحبین کہتے ہیں کہ اس کا روزہ افطار نہیں ہوا کیونہ پہنچنے کا یقین نہیں ہے اس لئے کہ راستہ کبھی بند رہتا ہے اور کبھی کھلا رہتا ہے جیسا کہ خشک دوا میں ہے۔ حضرت امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ دوا کی رطوبت زخم کی رطوبت سے ملتی ہے اور میلان نیچے کی جانب بڑھتا ہے چنانچہ جوف تک جا پہنچتا ہے، برخلاف خشک دوا کے، اس لئے کہ وہ تو زخم کی رطوبت کو جذب کر لیتی ہے اور زخم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔"

اس کے بعد دوسرے مسئلے میں فرماتے ہیں:

"ولو اقطر فی احليله لم يفطر عند ابی حنيفة وقال ابوب يوسف: يفطر، وقول محمد مضطرب فيه فكانه وقع عند ابی يوسف ان بينه و بين الجوف منفذ ا ولهذا يخرج منه البول ووقع عند ابی حنيفة ان المثانة بينهما حائل والبول يترشح منه، وهذا ليس من باب الفقه (و مكتوب بين السطور: لانه متعلق بعلم تشريح الابدان و لذالک توقف محمد فی آخر عمره فيه ۔"[2]

"اور اگر روزہ دار نے اپنے ذکر کے سوراخ میں دوا ٹپکائی تو امام ابو حنیفہ کے ہاں اس کا روزہ فاسد نہیں ہوا، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ فاسد ہو گیا، اور امام محمدؒ کا قول اس سلسلے میں مضطرب ہے، ایسا لگتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے یہاں یہ ثابت ہوا ہے کہ سوراخ اور جوف کے درمیان ایک راستہ ہے اور اسی لئے اس سے پیشاب نکلتا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ احلیل اور جوف کے درمیان مثانہ حائل ہوتا ہے اور پیشاب اسے سے نکلتا ہے۔ اور یہ باب فقہ سے متعلق نہیں ہے۔"

وضاحت مسئلہ

بات کو سمجھنے کے لئے مسئلے کی وضاحت ضروری ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے روزے کی حالت میں اپنی شرم گاہ میں دوا ٹپکالی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا جب کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس روزہ دار کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ امام محمدؒ اس مسئلے میں مضطرب ہیں۔3 خود صاحبِ ہدایہ کی تصریح کے مطابق اس مسئلے میں امام محمد نے آخری عمر میں توقف اختیار کیا تھا۔

اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کیا مرد کی شرم گاہ اور جوف کے درمیان کوئی ایسی راہ ہے یا نہیں جس سے کسی سیال چیز کو داخل کیا جا سکے۔

امام ابو یوسف کی رائے کے مطابق مرد کی شرم گاہ اور جوف کے درمیان ایسا راستہ موجود ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پیشاب اندر سے اسی راستہ سے نکل کر آتا ہے، اگر کوئی راستہ نہ ہوتا تو پیشاب کس طرح نکلتا، پس جب مرد کی شرم گاہ کے سوراخ اور جوف کے درمیان

راستہ موجود ہے تو وہ دواجو شرم گاہ کے سوراخ میں ڈالی گئی ہے ، جوف تک پہنچ جائے گی اور جوف تک کسی چیز کا اصلاح بدن کے لئے پہنچانا مفسد صوم ہے۔لہٰذا اس سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا جس طرح حقنہ سے ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ مرد کی شرم گاہ کے سوراخ اور جوف کے درمیان مثانہ حائل ہے اس لئے شرمگاہ کے سوراخ میں ڈالی ہوئی دوا جوف تک نہ پہنچ سکے گی اور جب جوف تک نہیں پہنچی تو روزہ بھی فاسد نہیں ہو گا۔

علامہ مرغینانیؒ اس پر فرماتے ہیں کہ جوف اور مرد کی شرم گاہ کے سوراخ کے درمیان راہ کا ہونا یا نہ ہونا فقہ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق علم تشریح الابدان ہے (جو کہ میڈیکل سائنسز سے تعلق رکھتا ہے) اس لئے اس مسئلہ میں علم تشریح الابدان کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے گا، اگر وہ ماہرین کہیں گے کہ جوف اور مرد کی شرم گاہ کے سوراخ کے درمیان راہ ہے تو فساد صوم کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور اگر وہ کہیں کہ جوف اور مرد کی شرم گاہ کے سوراخ کے درمیان راہ نہیں ہے تو روزے کے فاسد نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

معلوم ہوا کہ مرد کی پیشاب گاہ میں کسی چیز کا داخل کرنا اگر صرف "ذکر" کی حد تک ہو اور مثانے تک نہ پہنچے، تو بالاتفاق اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ "وأفاد أنهٔ لو بقي في قصبة الذكر لا يفسد اتفاقاً ولا شك فى ذلک۔" 4 اور علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ نے "البحر الرائق" میں "الخلاصہ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "وأما ما دام في قصبة الذكر فلا يفسد اتفاقاً۔" 5 معلوم ہوا کہ اگر پیشاب کی نالی میں دوا یا کوئی آلہ داخل کیا جائے اور وہیں تک محدود ہو، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہو گا اور اگر وہ پیشاب تک نہ پہنچے، تو اس میں اختلاف ہے کہ اس سے روزہ فاسد ہو گا یا نہیں ؟ امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد نہ ہو گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ "البحر الرائق" میں ہے کہ : "وإن أقطر في إحليله لا أي لا يفطر، أطلقه فشمل الماء والدهن ، وهذا عندهما خلافاً لأبي يوسف رحمه الله ۔" 6 اگر اپنی پیشاب گاہ کے سوراخ میں قطرہ ڈالا، تو روزہ فاسد نہ ہو گا، قطرے کو مطلق بیان کیا؛ لہٰذا پانی و دوا دونوں کے قطرات کو یہ شامل ہے اور یہ فاسد نہ ہونا، امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے، برخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے۔اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مثانہ اور جوفِ بطن میں منفذِ اصلی کے پائے جانے کے بارے میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی راستہ و منفذ نہیں ہے؛ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں منفذ ہے۔

ابن نجیم مصری نے اسی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وهو مبني على أنهٔ بين المثانة والجوف منفذ أم لا ؟ وهو ليس باختلاف فيه على التحقيق، فقالا: لا، و وصول البول من المعدة إلى المثانة بالترشح، ومايخرج رشحاً لايعود رشحاً ، كأجرة إذا سد رأسها، وألقي في الحوض يخرج منها الماء ، ولا يدخل فيها۔" 7 اور شامی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ "والاختلاف مبني على أنهٔ هل بين المثانة والجوف منفذ أولا ؟ وهو ليس باختلاف على التحقيق، والأظهر أنه لا منفذ

له ، وإنما يجتمع البول فيها بالترشيح كذا يقول الأطباء۔" 8 معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف، دراصل جوفِ بطن ومثانے میں منفذ کے ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف پر مبنی ہے اور ترجیح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو دی گئی ہے۔ 9 لہٰذا مرد کے پیشاب کے راستے سے کسی دوا یا آلے کا داخل کرنا مفسدِ صوم نہ ہوگا؛ کیوں کہ اس سے جوف میں کوئی چیز نہیں پہنچتی ؛ بل کہ وہ جوف سے باہر رہتی ہے۔

دیکھئے کہ اس بحث کے بعد متقدمین کی رائے کے مطابق جو نکتہ نظر سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ " جوف بطن اور جوف دماغ کے درمیان منفذ اصلی (Natural opening) ہے۔ تو جو شے جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ جوف بطن میں بھی جا پہنچتی ہے۔ یعنی جوف دماغ اور جوف بطن کے درمیان منفذ اصلی ہے لیکن موجودہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہاں اساسی اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء نے مسائل کی بنیاد جن تحقیقات پر رکھی تھی مشاہدہ اور جدید طرق تحقیق سے وہ معلومات اور تحقیقات ثابت نہ رہیں اور ان کے خلاف ثابت ہوا ہے تو کیا احکام بھی ان تحقیقات کے بدلنے سے بدل جائیں گے ؟

اس لئے ہم یہاں ان فلسفیانہ اصطلاحات کی تشریح کرتے ہیں جو اس مسئلے کی بنیاد ہیں:

جوف بطن

جوف بطن سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد معدے اور آنتوں کا جوف (Alimentary Canal) ہے اور اگرچہ بطن کا اطلاق اس جوف پر بھی ہوتا ہے جو سینے سے نیچے ہوتا ہے اور جس میں اعضائے رئیسہ مثلاً معدہ، آنتیں، مثانہ، رحم گردے وغیرہ قائم ہوتے ہیں یعنی وہ جوف جس کو (Abdominal Cavity) کہتے ہیں لیکن یہاں وہ مراد نہیں ہے۔ اس پر اگرچہ کوئی تصریح تو نظر سے نہیں گزری لیکن اول معنی مراد لینے کی تائید مندرجہ ذیل عبارات سے ہوتی ہے:

"اما الحقنه والوجور فلانه وصل الی الجوف ما فيه صلاح البدن"[10]

حقنہ کرنے اور منہ میں قطرے ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جوف میں ایسی چیز پہنچی ہے جو مفید بدن ہے۔

وهذا وما وصل الی الجوف او الدماغ من المخارق الاصلية كالانف والاذن والدبر[11]

جوف بطن یا جوف دماغ میں ناک، کان اور مقعد جیسے قدرتی سوراخوں سے کوئی چیز پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ان عبارتوں میں جوف کا جو قریبی معنی ہے وہ معدہ اور آنتوں کا جوف ہی ہے اور صلاح بدن کا تعلق بھی اسی جوف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف کی رائے ہے۔ 12

اگر جوف سے دوسرا معنی یعنی Abdominal Cavity مراد ہوتا تو پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف نہ ہوتا کیونکہ مثانہ تو بلا شک و شبہ اس میں واقع ہی ہے اور اس میں کسی شے کا داخلہ جوف بطن ہی میں داخلہ شمار ہوتا لیکن جب اختلاف واقع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ جوف بطن سے فقہاء کی مراد معدہ اور آنتوں کا جوف ہے۔

اس کو مولانا تھانوی نے امداد الفتاوی[13] میں جوف معدہ بھی کہا گیا ہے جو کہ جوف بطن کی گویا تفسیر ہے۔

یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ آیا جوف بطن اور مثانہ کے درمیان منفذ ہے یا نہیں ورنہ فی ذاتہ اختلاف نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کہتے ہیں کہ پیشاب معدہ سے مثانہ میں ترشح کے ذریعے پہنچتا ہے یعنی قطرے بن کر ٹپکتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ فقہاء کے کلام میں جوف یا جوف بطن سے مراد معدہ اور آنتوں کا جوف ہے تو اب یہ بات مزید جاننے کی ضرورت ہے کہ اس جوف بطن یا جوف معدہ کے درمیان اور مثانہ خواہ وہ مرد کا ہو یا عورت کا اور رحم اور دماغ کے درمیان جدید تشریح البدن کی رو سے کوئی منفذ نہیں پایا جاتا اگرچہ فقہاء ذکر کرتے ہیں کہ بعض صورتوں میں منفذ پایا جاتا ہے مثلاً جوف دماغ اور جوف بطن کے درمیان منفذ ہونے کو البحر الرائق میں یوں ذکر کیا ہے:

وفی التحقیق ان بین الجوفین منفذا اصلیا [14]

تحقیق یہ ہے کہ جوف بطن اور جوف دماغ کے درمیان اصلی منفذ ہوتا ہے۔

مثانہ اور جوف بطن کے درمیان منفذ کے بارے میں امام محمد اور امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے۔[15]

رہا عورت کی پیشاب کی جگہ میں دوا کے قطرے ٹپکانا تو ہمارے مشائخ کا کہنا ہے کہ اس سے بالاتفاق اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کے مثانہ کا منفذ ہے جس کے ذریعہ سے دوا جوف معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔ البتہ فرج و رحم اور جوف معدہ کے درمیان کسی منفذ کے وجود کا ذکر اپنے پاس موجود فقہ کی کتابوں میں نہیں ملا۔[16]

جوف دماغ

جوف دماغ کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں تو نہیں ملتی البتہ قدیم تشریح البدن کے مطابق مسیحی کی کتاب المائۃ میں یہ تفصیل مذکور ہے:

وبطون الدماغ ثلاثة ثنتان فی مقدمه و واحد فی مؤخره و بالبطنین المقدمین یکون استنشاق الدماغ التنفس واخراجه ایاه۔ ومما یعدان و ینضجان الروح النفسانی و یصیران آلة للشم بطرفیهما المنحدرین نحو المنخرین من سفل و یصیران مع ذٰلک شَبِیْهَیْنِ بالمجری الذی یصلح ان یخرج منه الفضول۔ والبطن المؤخر یقبل الروح النفسانی بعد ان ینضج فی البطنین المقدمین وهناک مجری ینفذ فیه هذا الروح من البطنین المقدمین الی البطن المؤخر وشکل هذه البطون مستدیر۔

ویوجد فی المجری الذی فیما بین البطنین المقدمین و بین البطن المؤخر جسم علی شکل الصنوبرة من جوهر الغدد یملا الفضاء والخلل الذی فیما بین اقسام العرق العظیم الذی منه ینتسج اکثر الشباک المشیمية التی فی البطنین المقدمین من الدماغ۔

وکل واحد من المنخرین والثقبین النافذین فی طول المنخرین الذین بهما یکون التنفس واشتمام الروایح اذا هو بلغ الراس انتهی الی عظم سخیف الجرم۔ وفی هذا العظم الذی عنده ینتهی

اطراف البطنين المقدمين من بطون الدماغ۔ ہو العظم ثقب مختلفة المجاری شبیهة بالاسفنجة یستفرغ فیها الفضول المنحدرة من الدماغ وهی المخاط ... الخ [17]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دماغ کے اجواف وبطون (Cavities) تین ہیں۔ دو دماغ کے اگلے حصے میں اور ایک پچھلے حصے میں۔ اگلے دو اجواف سے دماغ سانس کو اندر اور باہر کرتا ہے اور ان ہی میں روح نفسانی پختہ ہوتی ہے۔ یہی اجواف نتھنوں کی طرف اترنے والے اپنے اطراف کے ذریعہ سے سونگھنے کا کام کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ فضلہ باہر نکالنے کا رستہ بھی مہیا کرتے ہیں۔ روح نفسانی پختگی کے بعد یہاں سے ایک نالی کے ذریعے پچھلے جوف میں منتقل ہو جاتی ہے۔ مذکورہ نالی میں غدود کے مادہ سے بنا ہوا صنوبری شکل کا جسم ہوتا ہے۔ یہ جسم اس نالی نما رستہ کے پورے خلا کو اور اس بڑی رگ کی شاخوں کے درمیان کے خلل کو بھرتا ہے جس سے دماغ کے اگلے دو جوفوں میں موجود مشیمہ کے جال کا اکثر حصہ بنا ہوتا ہے۔ نتھنوں کے طول میں سوراخ اور اگلے دو اجواف کے اطراف کے درمیان ایک کمزور سی کئی سوراخوں پر مشتمل ہڈی ہوتی ہے۔ ان سوراخوں میں دماغ سے اترنے والا فضلہ یعنی بلغم جمع ہوتا ہے۔ لیکن جدید معلومات اس تفصیل کی تائید نہیں کرتیں۔ [18]

غرض قدیم تشریح کے مطابق چھلنی دار ہڈی کے سوراخوں میں سے دماغ سے اترنے والا بلغم ناک و حلق میں آکر گرتا ہے جبکہ جدید تشریح کے مطابق ان سوراخوں سے حس شامہ کو دماغ تک لے جانے والی اعصابی تاروں پر مشتمل بیس مجموعے گزرتے ہیں اور اس کے بعد ان سوراخوں میں مزید کوئی جگہ نہیں ہوتی کہ ان سے بلغم (اگرچہ وہ ہوتا بھی نہیں ہے) نیچے اتر سکے کیونکہ ناک اور حلق پر چڑھی ہوئی تہیں اس کیلئے حاجب ہوتی ہیں بلکہ درحقیقت جو کچھ بلغم تیار ہوتا ہے وہ ان ہی تہوں میں تیار ہوتا ہے۔

جہاں تک کتاب المأة میں مذکور دماغ کے تین بطون کا ذکر ہے تو ان کے مقابلے میں جدید تحقیقات کی رو سے دماغ میں جو بطون و اجواف پائے جاتے ہیں وہ Ventricles کہلاتے ہیں۔ یہ تعداد میں کل چار ہوتے ہیں جن میں سے دو Lateral Ventricless کہلاتے ہیں ان دو میں سے ایک ایک دماغ کے ہر نصفیے میں ہوتا ہے اس کا بڑا حصہ نصفیے کے وسط میں ہوتا ہے جس سے تین شاخیں نکلتی ہیں ایک آگے کو ایک پیچھے کو اور ایک نیچے۔ ہر ایک Lateral Ventrcle ایک منفذ کے ذریعے سے ایک اور جوف جس کو Third Ventricle کہتے ہیں اس میں کھلتا ہے جو پھر آگے ایک اور جوف یعنی Ventricle Fourth میں جا کر کھلتا ہے۔ ان بطون یعنی Ventricles کے چھت کی جانب باریک شریانوں کا جال سا ہوتا ہے جس کو Plexus Choroid کہتے ہیں۔ یہ جال اور انکو محیط خلیاتی تہہ دماغ کی جھلیوں کے مابین پائی جانے والی رطوبت (Cerebro-spinal fluid) کا منبع ہیں۔ اس رطوبت سے یہ تمام بطون (Ventricles) اور حرام مغز کے اندر پائی جانے والی وسطی نالی اور اسی طرح حرام مغز کے ارد گرد جھلیوں کے درمیان پائے جانے والے خلا بھرے رہتے ہیں۔ 19

ڈاکٹر عبدالواحد کا موقف

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد اس مسئلے کے حوالے سے تحقیق اور دلائل کی بنیاد پر یہ رائے دیتے ہیں کہ "جسم میں کوئی چیز بھی داخل ہو خواہ کسی قدرتی یا مصنوعی مخرق (Opening) سے داخل ہو یا مسام کے ذریعہ سے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔"20

اس کے بعد وہ مزید لکھتے ہیں:

> "حاصل یہ ہے کہ فساد و عدم فساد صوم کیلئے جو سادہ سا معیار ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ مخارق سے، اگر کوئی شے جسم کے جوف کے اندر داخل ہو تو وہ مفطر صوم ہے الا یہ کہ کسی موقع پر مجبوری کا تقاضا ہو جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ حدیث وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہونے والا یہ معیار شریعت کے منشاواصول کے عین مطابق ہے اور اس کیلئے ہمیں طبّی تحقیقات کی پیچیدگیوں میں الجھنا نہیں پڑتا۔ البتہ اگر طبّی تحقیقات وتدقیقات اس کے موافق ہوں تو یہ بات مزید اطمینان کا باعث ہو گی۔"[21]

یہاں ڈاکٹر عبدالواحد ایک اعتراض کا جواب بھی نقل کرتے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مفطر یعنی روزہ توڑنے والی بات تو کسی شے کا جوف معدہ میں یا جوف دماغ میں داخل ہونا ہے۔ لہٰذا اس مفطر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کیوں نہیں کہتے کہ جن اعضاء مثلاً مثانہ ورحم اور جوف بطن کے درمیان منفذ نہیں ہے چونکہ ان اعضاء کے واسطے سے کوئی شے جوف بطن تک نہیں پہنچتی لہٰذا ان اعضاء میں کسی شے کے داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مثانہ میں کسی شے کے داخل ہونے پر روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم لگاتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ کان سے جوف دماغ تک کچھ نہیں پہنچتا لہٰذا اس کے جوف بطن میں داخل ہونے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ لہٰذا روزہ توڑنے والی تو بس یہ بات رہ گئی کہ کوئی شے جوف معدہ میں حلق یا دبر کے ذریعے سے داخل ہو یا جائفہ (معدہ کے زخم) کے ذریعے سے اور بس۔ بلا شبہ اس میں روزے دار کیلئے بڑی آسانی ہے جو کہ شریعت کا منشاء بھی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واضح نہیں ہے کہ اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ میں مدخول فیہ سے کیا مراد ہے۔ آیا صرف جوف معدہ ہے جیسا کہ عام طور پر فقہی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے یا جسم کے تمام اجواف ہیں مثلاً جوف معدہ، جوف مثانہ، جوف قبل ورحم، جوف مجری النفس وغیرہ کہ جن کیلئے ظاہر جسم پر مخارق (openings) ہیں۔ نیز یہ کہ بعض فقہاء کے نزدیک مثانہ بھی ایسے ہی بنیادی طور پر جوف ہے جیسا کہ جوف معدہ۔

> اس کے بعد ڈاکٹر عبدالواحد بحث کو ختم کرتے ہوئے یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں:
>
> حاصل یہ ہے کہ صرف جوف معدہ میں کسی شے کا داخل ہونا مفطر صوم نہیں ہے بلکہ کسی بھی جوف میں داخلہ واستقرار مفسد صوم ہے۔ رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث تو اس کے اول حصہ کا یہ جواب ہے کہ محض جوف معدہ کے ذکر سے دیگر اجواف کا غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ [22]

تجزیہ وترجیح

مولانا تھانوی اور مفتی محمد کی شفیع کی رائے میں انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس کے لئے وہ اسی موقف پر ہیں جو فقہاء متقدمین کا ہے۔ لیکن انہی کے صاحبزادے مفتی تقی عثانی نے بعض مسائل میں جدید علم تشریح الابدان سے استفادہ کرتے ہوئے مفسدات صوم کے سلسلے میں نئے فتاوی جاری کئے ہیں۔ 23 منافذ کی بحث ڈاکٹر عبدالواحد نے بہت اچھے انداز میں پیش کی ہے۔ اور اپنا موقف پیش کیا ہے

جو کہ اس بات پر ہے کہ کسی مسئلے کی تشریح پر دوسرے علوم سے مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو معیار فقہاء نے مقرر کر دیا ہے وہی رہنا چاہئے البتہ اگر جدید تحقیقات اس موقف کے حق میں آتی ہیں تو بہت اچھی بات ہے۔ مولانا غلام رسول سعیدی اس مسئلے میں واضح انداز سے کہتے ہیں کہ انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے لئے وہ جدید سائنسی تحقیقات کو بنیاد بناتے ہیں۔

اس مسئلے میں اصل بحث دو امور پر ہے۔ پہلا یہ کہ منفذ غیر معتاد سے بدن میں داخل ہونے والی کوئی چیز مفسد صوم ہے کہ نہیں؟ اب منفذ کی تشریح کا مسئلہ تو یہ مسئلہ فقہ سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ طب اور فن "تشریح الابدان" سے تعلق رکھتا ہے، اور اس بارے میں اطباء کے متفق علیہ قول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جبکہ قرآن وسنت کی نصوص سرے سے موجود ہی نہ ہوں اور فقہاء کے اقوال خود محتمل ہوں، اور ان میں بھی فقہاء نے خود تشریح البدن کو مدار حکم بنایا ہو۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کیا ایسے مسائل جو غیر منصوص ہیں (جیسے یہاں منفذ کی تشریح کا مسئلہ ہے) ان میں جدید تحقیقات کی بنیاد پر تبدیلی کی جاسکتی ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ فتاویٰ میں تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ انسان کے کسی عمل کا جو حکم بیان کیا جاتا تھا، اب اس پر اس کے بجائے دوسرا حکم لگایا جائے، جیسے کسی چیز کو گذشتہ فقہاء نے اپنے اجتہاد سے حرام قرار دیا تھا، بعد کے فقہاء نے اپنے زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اسے مباح قرار دیا ہو، یا جس کو گذشتہ اہل علم نے جائز قرار دیا تھا، فتنہ کے اندیشہ یا حالات میں تبدیلی کی وجہ سے بعد کے اربابِ افتاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہو، قرن اول ہی سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔

جن فتاویٰ کی بنیاد قرآن مجید، معتبر حدیث یا اجماع پر ہو، ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، ان میں تبدیلی کا مطالبہ گمراہی اور دین سے انحراف ہے، جیسا کہ آج کل بعض مغرب زدہ دانشوروں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

جن فتاویٰ کی بنیاد قیاس واجتہاد، عرف ورواج یا کسی خاص زمانے کی مصلحت پر ہو، ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے؛ بلکہ بعض حالات میں واجب ہوجاتی ہے، سلف صالحین کا ہمیشہ سے اس پر عمل رہا ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ، علامہ ابواسحاق شاطبیؒ، علامہ قرافیؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔

جن مسائل میں احادیث یا صحابہ کے فتاویٰ بظاہر متعارض ہوں یا کسی حدیث کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں معتبر فقہاء اور محدثین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو اور مختلف علماء نے اپنے ذوق کے مطابق ترجیح سے کام لیا ہو تو زمانے کی تبدیلیوں اور ضرورتوں کے لحاظ سے ترجیحات میں تبدیلی ہوسکتی ہے، یہ جو مذاہب اربعہ کے فقہاء نے بوقت ضرورت دوسرے مکتب فکر سے استفادہ کی اجازت دی ہے، وہ اسی قبیل سے ہے۔

فتاویٰ میں تبدیلی کی ضرورت پیش آنے کے بنیادی اسباب "عرف وعادت میں تبدیلی، اخلاقی قدروں کا انحطاط، جدید آلات ووسائل کی پیدائش، مقام، جیسے مسلم اور غیر مسلم ممالک کا فرق، اقتصادی اور سیاسی نظام میں تبدیلی، وغیرہ" ہیں، جن کی وجہ سے فتاویٰ میں تبدیلی کی نوبت آتی ہے۔

ہماری رائے میں اس مسئلے میں طبّی تحقیقات کی بنیاد پر مسئلے کی فقہی حکم میں تبدیلی آنی چاہئے جیسا کہ علامہ غلام رسول سعیدی نے بیان کیا، نیز اس کے لئے ایک معیار قائم کر دیا جائے تاکہ آنے والے جدید مسائل کو بھی ایک معیار اور کسوٹی پر پرکھ کر ان کا فیصلہ کیا

جائے۔علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی تحقیقات اور فقہی ذوق کے مطابق انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ بلاشک و شبہ جدید علم تشریح الابدان سے اتفاق رکھتا ہے۔

یہی چیز اس جیسے دیگر مسائل میں ہمیں سائنسی اصولوں کی بنیاد پر اصول فقہ کی تدوین کی ضرورت کا احساس دلاتی ہے۔

خلاصہ بحث

سائنس اور فقہ دونوں کا تعلق انسانی کی عملی زندگی سے ہے اور دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں انسانی زندگی کے عملی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ فقہ میں غیر منصوص مسائل کے ضمن میں پیش آمدہ مسائل زیادہ تر وہ ہیں جن کا تعلق دور حاضر کی جدید سائنسی انکشافات اور ٹیکنالوجی سے ہے۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں زمانہ ماضی میں اس وقت کی تحقیق کے مطابق فتاوی دیئے گئے لیکن اب ان تحقیقات میں مزید پیش رفت ہونے کے باعث حقائق بدل گئے، اس لئے ان کی بنیاد پر دیئے گئے فتاوی کا حکم بھی بدل گیا۔ سائنسی اکتشافات اور تحقیقات پر مبنی فتاوی اور مسائل یقیناً نئے آنے والی تحقیقات پر بھی انحصار کرتے ہیں، اس لئے عوام الناس کی بھلائی کے لئے مصالح، استحسان اور عرف وعادت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے مسائل میں سائنسی تحقیقات کو بطور معاون فن یا منقح کے شامل کیا جانا ضروری ہے۔

References

1 المرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر (م593ھ)الھدایۃ مع الدرایۃ، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج1، ص238

2 ایضاج1،، ص238

3 علامہ سرخسیؒ کے مطابق امام محمدؒ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کی جانب ہیں جبکہ امام طحاویؒ کی تصریح کے مطابق امام محمدؒ اس مسئلے میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔

4 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز (م ۱۲۵۲ھ)، ردالمحتار علی الدر المختار، تحقیق: عادل احمد، علی محمد معوض، عالم الکتب، ریاض، 1423ھ، ج 3، ص:377

5 ابن نجیم، زین الدین بن ابراھیم بن محمد المصری (م970ھ)، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1418ء، ج2، ص:488

6 البحرالرائق شرح کنزالدقائق، ج2، ص:488

7 ایضا

8 ابن عابدین، محمد امین۔ ردالمحتار علی الدر المختار، ج3، ص:372

9 علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ "والأظهر أنهٗ لا منفذ لهٗ وإنما يجتمع البول فيها بالترشح ، كذا يقول الأطباء "۔(اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا کوئی منفذ نہیں اور پیشاب مثانے میں رس کر جمع ہوتا ہے، ڈاکٹروں نے ایسا ہی کہا ہے۔)۔ ابن عابدین، محمد امین۔ ردالمحتار علی الدر المختار، ج3، ص:372

10 اوزجندی، فخر الدین حسن بن منصور، (م592ھ)، خانیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب الصوم، الفصل السادس فیمایفسد الصوم، مکتبہ زکریا، جدید، ج1، ص: 131

11 کاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد بن علاؤالدین (م ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع، کتاب الصوم، مفسداتہ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج2، ص:243

12 الھدایۃ مع الدرایۃ، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج 1، ص238

13 تھانوی، محمد اشرف علی، مولانا(م ۱۹۴۳ء)، امداد الفتاوی، مکتبۃ المعارف کراچی، ج2، ص:146

14 البحر الرائق شرح کنزالدقائق، ج2، ص:488

15 ایضا

16 عبدالواحد، مفتی، فقہی مضامین، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۴۲۷ھ، ص:240تا242

17 مسیحی، کتاب المائۃ، ص:57-56 بحوالہ فقہی مضامین، ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

18 Olfactory nerves serving the sense of smell, have their cells of origin in the olfactory mucosa in the nasal cavity. This olfactory region comprises the mucosa of the superior nasal concha and the opposite post of the nasal septum. The nerve fibres originate as the central or deep processes of the olfactory cells and collect into bundles which cross in various directions, forming a plexiform net work in the mucosa, finally forming about 20 branches which traverse the cribriform plate in lateral and medial groups and end in the glomeruli of the olfactory bulb. the former continuing into the nasal periosteum, the latter into the perineural sheaths of the nerve bundles. Tissue spaces in these sheaths connect with those in the nasal mucous membrane and with the subarachnoid space.

مندرجہ بالا انگریزی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ناک کے اوپری حصے پر پائی جانے والی جھلی سے بہت سی حاسہ شم کی اعصابی تاریں شروع ہوتی ہیں۔ان کے پھر تقریباً بیس مجموعے بن جاتے ہیں جو کہ چھلنی نما ہڈی Cribriform Plate کے سوراخوں سے گزرتے ہیں ہر مجموعے کے اوپر Duramater اور Pia-arachnoid کے نام کی تہیں ہوتی ہیں ان میں سے اول الذکر ناک کی ہڈی کے اوپر کی جھلی (Nasal Periosteum) کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے جبکہ مئوخر الذکر کا اتصال اس مجموعہ کا احاطہ کی ہوئی جھلی کے ساتھ ہوتا ہے۔

19 یہ ساری تفصیلات ڈاکٹر عبدالواحد نے اپنی کتاب میں بیان کی ہیں۔ فقہی مضامین، ص:242تا245

20 فقہی مضامین، ص:248

21 فقہی مضامین، ص:249

22 فقہی مضامین، ص:252

23 دیکھئے: جامعہ دارالعلوم کا فتوی، فتوی نمبر(80/1980) جاری شدہ:27 شعبان، 1439ھ (اس کے مشمولات گزشتہ صفحات پر بیان کئے گئے ہیں۔)